لکھا اور کہا گیا ہے، وہ سب اس میں جمع کر دیا گیا ہے۔ تعزیت کے تاروں سے لے کر طویل مقالات اور پرسوز مرثیے تک، سب کچھ اس میں موجود ہیں۔ بعض بعض مرثیے بہت موثر اور پُردرد ہیں۔ یوں تو شبلی ملاط کے مرثیے کی داد خود صدر جمہوریہ[1] نے نظم ختم کرتے ہی ٹیلیفون سے دی تھی[2]۔ مجموعے میں ایک موثر مرثیہ استاذ محترم ڈاکٹر تقی الدین ہلالی کے تراوش فکر کا نتیجہ بھی ہے، لیکن راقم کو مراکش کے مشہور لیڈر محمد علال الفاسی کے مرثیے نے جتنا متاثر کیا، اتنا اس مجموعے کی کسی اور چیز نے نہیں کیا۔ علال کو امیر البیان مانتے بھی بہت تھے" دل راز دل رہیست" شاید ایسے ہی موقعوں کے لیے کہا گیا ہے۔

مجموعے میں کچھ "چوٹیں" بھی ہیں اور محمد علی الطاہر کی کسی کتاب کا ان سے خالی ہونا ناممکن ہے۔ عبدالرحمن عزام (جن کی امیر نے ہمیشہ حوصلہ افزائی کی) نے خود کسی تعزیتی جلسے کا نظم نہیں کیا، اور نہ ان کے بلائے ہوئے جلسے میں خاص حصہ لیا۔ اس پر محمد علی الطاہر کو بڑا غصہ آیا ہے اور اپنی روایتی بے باکی کے مطابق کچھ "اسرار درون پردہ" فاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ زیر نظر مجموعہ ایک ادبی کشکول ہے۔ عدن سے لے کر جنوبی امریکہ تک، ہر جگہ کے عربی شاعر یہاں جمع ہیں۔ درمیان میں امیر کی زندگی کی مناسبت سے سیاسی معلومات بھی کافی آگئے ہیں شائقین ادب کے لیے دلچسپی کی چیز ہے۔

(۳) مشاهداتي في جزيرة العرب۔ (جزیرہ عرب میں میرے مشاہدات) مصنف احمد حسین بڑی تقطیع، ۲۶۸ صفحے۔ طباعت اعلیٰ۔ کاغذ غنیمت۔ مطبوعہ قاہرہ سنہ ۱۹۵۰ء۔

---

[1] صدر جمہوریہ بشارہ خوری کے والد خلیل خوری سے امیر البیان کے دوستانہ تعلقات تھے اور وہ ہمیشہ امیر کے ممنون کرم رہے۔ اسی احسان شناسی کے جذبے کے ماتحت صدر جمہوریہ نے امیر کی واپسی کی جان توڑ کوشش کی اور وفات پر تعزیت و جلوس کے انتظامات سے خاص دلچسپی لی۔ واضح رہے کہ صدر جمہوریہ عیسائی اور خود بھی عربی کے اچھے ادیب ہیں۔

[2] شبلی ملاط، لبنان کے مشہور عیسائی شاعر ہیں۔ بیروت کے ریڈیو اسٹیشن سے مرثیہ سنانے کا ذکر ہے۔ وہ ابھی نظم ختم بھی نہیں کر پائے تھے کہ صدر جمہوریہ نے ٹیلیفون سے مبارک باد دی۔

یہ مصر کے اشتراکی لیڈر احمد حسین کا سفرنامہ حج ہے۔ اشتراکی، اور حج کے جوڑ سے آپ نہ گھبرائیں۔ احمد حسین صاحب، مصر کی عملی سیاسیات میں ایک فعال حیثیت رکھتے ہیں پہلے یہ نیلی پوشوں کے قائد تھے اور ان پر نازیوں سے ساز باز کا الزام لگایا جاتا تھا۔ اب یہ اشتراکیت دینی سوشلزم، شیوعیت یعنی کمیونزم نہیں) کے علم بردار ہیں۔ ۲۶ جنوری ۵۲ء کے تباہ کن فسادات کے سلسلے میں بھی یہ ماخوذ ہیں بلکہ ماخوذین میں ان کا نام سرفہرست ہے۔ اور جانے، کیا سزا ہو۔ پھانسی تک کا خطرہ ہے۔

احمد حسین نے چار مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ آخری حج کی روداد یا تاثرات ہیں۔ ان کو سمجھنے اور ان کے اصلی خیالات کا اندازہ لگانے کے لیے راقم نے یہ کتاب خاص طور پر منگوائی اور حرف بہ حرف پڑھی۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ اس میں کہیں سے نفاق یا بدعقیدگی کی پرچھائیں بھی نظر نہیں آتی۔ ایک مومن قانت کی طرح اپنے تاثرات قلم بند کیے ہیں۔ دلوں کا حال اللہ بہتر جانتا ہے۔ ممکن ہے، یہ بھی ہمارے ملک کے بعض بھولے مسلمانوں کی طرح اسلام اور سوشلزم میں تضاد نہ محسوس کرتے ہوں۔ بہر حال اس سفرنامہ کی حد تک بدگمانی کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

سفرنامہ اچھا خاصہ ہے۔ حج کے بعد طائف، ریاض، اور ظہران کی بھی سیر کی اور یہ سب شاہی مہمان کی حیثیت سے اور بڑے آرام و آسائش کے ساتھ۔ واپسی بھی گراں قدر تحائف کے ساتھ ہوئی۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اپنی بلند بانگ حریت اور دعویٰ اشتراکیت کے باوجود شخصی نظام حکومت کی خرابیاں دیکھتے ہیں اور دو ٹوک بات نہیں کہتے۔ ایک آدھ بات نصیحت کی کرتے ہیں، تو چار باتیں تعریف و تحسین کی۔ پٹرول کے مرکز ظہران سے متعلق اچھی معلومات فراہم کی ہیں اور سعودی حکومت کو بھی امریکی خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے مناسب مشورے دیئے ہیں۔ مختلف مقامات و اشخاص کی تصویریں بھی خاصی تعداد میں ہیں۔ یہ تو خیر اشتراکی ہیں، مصر کے علماء نے تصویر کے جواز پر گویا اتفاق کر رکھا ہے۔

بہر حال کتاب اچھی ہے، گو زبان عام اخباری سطح سے بلند نہیں۔ عام طور پر نئے لکھنے والے انگریزی اور فرنچ میں سوچتے ہیں، اس لیے اسالیب بیان اجنبی معلوم ہوتے ہیں اور طرز تحریر عربی ذوق پر گراں گذرتا ہے۔ مگر یہ بیماری ایسی عام ہے کہ معالج حیران ہیں اور علم برداران تجدد تو اسے بیماری بھی تسلیم نہیں کرتے۔